ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 01. January-March 2026.Page# 2240-2254
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Seerah al-Tayyibah as a Source of Qur'anic Interpretation: A Research Study

سیرت طیبہ بحیثیت ماخذ تفسیر: ایک تحقیقی مطالعہ

Ms. Ruqia Safdar
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila, Punjab, Pakistan
Email: ruqiazubair@gmail.com
Ms. Maryam Fatima
MS Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila

Abstract
Islam chooses a path from Allah that makes it a leader in both religion and world. It is necessary that we try to understand and explain this religion with open eyes, wide minds and enlightened hearts and follow it. For this, the topic given for this paper is very important in the eyes of every conscious Muslim. The need and importance of understanding and explaining the Qur'an for the survival and safety of the Muslim Ummah is greater than before. The interpretation and explanation of the Qur'an is the official duty of the Prophet. He (PBUH) has a universal message in his biography and our message is to receive, understand, act and spread this message throughout the world. And to understand the full meaning, it is necessary to refer to the biography of the Prophet. Tafseer of Holy Qur'an, Tafseer Bal-Masoour and Tafseer Bal-Raey, will be declared valid only if they are done in the light of the Siraat-e-Taiba. If the life of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is not taken into account in the interpretation of the verses, then the correct and complete meaning of the verses cannot be obtained.
Keywords: *Islam, Leader, Universal, Biography, Muhammad, Official Duty, interpretation, Verses.*

تفسیر کا مفہوم:

لغوی معنٰی: ''تفسیر'' بابِ تفعیل کا مصدر ہے، اس کے (ف-س-ر) اس کے اصلی حروف ہیں۔ عربی زبان میں لفظِ 'فسر' بیان، کھولنے، اور کسی چیز کو واضح کرنے کے معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بازو کھولنے کے لیے عربی زبان میں فَسَرتُ الذراع کہا جاتا ہے۔ اسی طرح فَسّرتُ الحدیث کا معنٰی ہے 'میں نے بات کو واضح کیا'۔ مجرد سے یہ بابِ ضَرَبَ اور نَصَرَ، یںصر دونوں کے وزن پر آتا ہے۔[1] 'فسر' کا معنٰی بے حجاب کرنا بھی ہے، تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معانی و مفہوم گویا بے حجاب ہوتے ہیں۔[2]

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: (وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا)[3]

ترجمہ: (اور تمھارے پاس یہ لوگ جو بات لاتے ہیں (اعتراض کی) ہم اس کا معقول جواب تمھارے پاس خوب تفصیل کے ساتھ بھیج دیتے ہیں)

اس آیت میں تفسیر سے بیان و تفصیل مراد ہے۔[4]

اول: فسر مادہ ہے تفسیر کا، ''بیان'' اور ''کشف'' یعنی کھولنا، بیان کرنا جس کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔[5]

دوم: اس کو عام طور پر سَفَرَ سے مقلوب کیا جاتا ہے۔ (اسفر الصبح: انکشف واضاء) یعنی جب روشن کیا جائے کسی چیز کو۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ:

(والصبح اذا اسفر۔) "ترجمہ: (صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔)

سوم:

اس لفظ کا مادہ "تَفْسِرَۃٌ" بنتا ہے، جس کے معنیٰ "قارورہ" ہے۔ اطباء کے ہاں "قارورہ" کسی مریض کا وہ پیشاب ہوتا ہے، جس کی مدد سے اطباء مریض کے امراض اور جسمانی کیفیات سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔[6]

اصطلاحی معنیٰ:

علمائے اصولیین نے اپنے زمانے کے تقاضوں اور ذوق کے مطابق اس کی اصطلاحی تعریف میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں، ان میں مشہور تعریفات ذیل میں درج ہیں:

1- ابو حیان اندلسی کے مطابق:

(وقال أبو حيان التفسير علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك)۔[7]

ترجمہ: (علم تفسیر کا علم وہ ہے جس میں قرآن کے الفاظ کو ادا کرنے کی کیفیت واضح طور پر بیان کی جانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے دلائل پر بحث کرتے ہوئے اس کے وہ احکام بیان کئے جاتے ہیں جو اس کے افرادی اور ترکیبی ہیں اور اس کی ترکیبی حالت جن معانی پر ہوتی ہے اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ: سے مراد علم القرءات ہے۔

- **وَمَدْلُولَاتِهَا:** سے مراد علم لغت ہے جس کی تفسیر میں اشد ضرورت ہوتی ہے۔
- **وَأَحْكَامِهَا الْإِفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيبِيَّةِ:** سے مراد علوم صرف، نحو، بیان اور بدیع وغیرہ ہیں۔
- **وَمَعَانِيهَا الَّتِي تُحْمَلُ عَلَيْهَا حَالَةَ التَّرْكِيبِ:** سے مراد حقیقی و مجازی معانی ہیں۔
- **وَتَتِمَّاتٍ لِذٰلِكَ:** سے مراد اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ وغیرہ کے متعلق علم ہے۔[8]

یعنی اس میں اسبابِ نزول کی معرفت ناسخ و منسوخ کا بیان درجاتِ نصوص (عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص) کی تعیین ظاہر و خفی کی تشریح، متشابہات کی توضیح مبہمات کی تفصیل اور احکامات کی تنقیح وغیرہ سب امور داخل ہیں۔ متقدمین کی اصطلاح میں زیادہ تر انہی باتوں کا مدار صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کی روایات پر تھا۔ ابو المنصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ تفسیر میں ایک معنی پر یقین کر لینا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔[9] ظاہر ہے کہ یقین کا یہ درجہ روایاتِ صحیحہ پر اعتماد کرنے کے بغیر کسی طرح ممکن نہیں۔

2- جرجانی کے مطابق:

(هو توضيح معنى الآية، وشأنها، وقصتها، والسبب الذي نزلت فيه، بلفظ يدل عليه دلالةً ظاهرة.)[10]

ترجمہ: (کہ اس (تفسیر) سے مراد کسی آیت کریمہ کے معنیٰ، واقعہ اور نزول کے اسباب کی وضاحت ان الفاظ سے کرنا جو اس پر ظاہری طور سے دلالت کرتے ہوں۔)

3- بدر الدین الزرکشی کے مطابق:

(التفسير علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم وبيان معانيه واستخراج أحكامه وحكمه واستمداد ذلك من علم اللغة والنحو والتصريف وعلم البيان وأصول الفقه والقراءات ويحتاج لمعرفة أسباب النزول والناسخ والمنسوخ)۔[11]

ترجمہ: (تفسیر وہ علم ہے جس سے کلام اللہ کا وہ مفہوم سمجھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر نازل کی۔ اس کتاب کے معانی و مفہوم کے متعلق بیان کرنا، اور علم لغت سے مدد لیکر اس کی حکمتوں کو تلاش کرنا اس کے احکام نکالنا اور اسکے لیے مدد لینا لغت، نحو، صرف، علم بیان، اصول فقہ، اور قرآت سے اور مفسر اس کے لئے محتاج ہے اس کا کہ وہ معرفت حاصل کرے نزول کے اسباب کی اور ناسخ و منسوخ کی)۔

4- محمود الآلوسی کے مطابق:

علامہ آلوسی کے نے مذکورہ تعریفات میں مزید وسعت اختیار کرتے ہوئے ذیل میں یہ تعریف بیان کی ہے:

(بأنه علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكامها الإفرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك)۔[12]

ترجمہ: (یہ وہ علم ہے کہ جو الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے اور اسکے افرادی اور ترکیبی مفہوم اور احکام کے معانی سے بحث کرتا ہے جو کہ مراد لیا جاتا ہے ان الفاظ کو جوڑنے کی حالت میں اور ان معانی کا تکملہ جو ناسخ و منسوخ، شان نزول اور غیر واضح مضمون کے بارے میں وضاحت کے ساتھ بیان کرنا)

تفسیر کی ضرورت واہمیت:

قرآن کی تلاوت کا درجہ بہت بلند ہے اسے عبادت کہا گیا ہے اور اس میں فہم و تدبر کو استعمال کرکے اس کو احسان کے درجہ تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

(أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا)۔[13]

ترجمہ:(کیا تم قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ تم اس میں بہت سا اختلاف پاتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا)۔

(أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔)[14]

ترجمہ:(کیا یہ قرآن میں غور فکر نہیں کرتے؟ یا ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں۔)

(كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ)۔[15]

ترجمہ:(ہم نے تم پر یہ بابرکت کتاب جو نازل کی ہے تاکہ غور کیا جائے اس کی آیتوں پر اور اہل عقل نصیحت حاصل کریں)

ان آیات سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں تفکر و تدبر کا حکم خود قرآن کریم میں اللہ نے دیا ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب مفہوم اور مطلب ہمیں کسی بات کا سمجھ آجائے۔

لہذا جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:(نزول قرآن کے زمانے میں جب قرآن عربی زبان میں نازل ہوا تو اس وقت ایسے ماہرین موجود تھے جو عربی زبان کے فصاحت و بلاغت کے ماہر تھے، وہ اس کے ظاہر اور اس کے احکامات کو تو جانتے تھے لیکن اس کی باطنی باریکیاں ان پر بھی غور و فکر کرنے اور نبی کریم ﷺ سے سوالات کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوتی تھیں) جیسے جب یہ آیت نازل ہوئی:

(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ۔)[16]

ترجمہ:(اور وہ لوگ جو ایمان والے ہوئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو آلودہ نہیں کیا ظلم کے ساتھ۔)

اسپر صحابہؓ نے رسولؐ کی سے عرض کی "ہم میں سے تو ایسا کوئی نہیں جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو۔ نبی کریمؐ نے اس کی تفسیر بیان کی کہ شرک در حقیقت مراد ہے ظلم سے اور اس پر اس آیت " إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ "[17] سے استدلال فرمایا"۔[18]

اسی طرح ابن تیمیہ بھی تفسیر کی اہمیت وضرورت کے سے متعلق تحریر کرتے ہیں:

(ومن المعلوم أن كل كلام فالمقصود منه فهم معانيه دون مجرد ألفاظه فالقرآن أولى بذلك وأيضا فالعادة تمنع أن يقرأ قوم كتابا في فن من العلم كالطب والحساب ولا يستشرحوه فكيف بكلام الله الذى)۔[19]

ترجمہ:(سب جانتے ہیں کہ ہر گفتگو اس لیے ہوتی ہے کہ محض لفظ سننا مقصد نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی سمجھے جائیں۔ اور قرآن کے معاملے میں اگر ہم دیکھیں تو قرآن کا تو درجہ ہی ایسا ہے جس کا تقاضا فہم اور تدبر ہے۔ ایسا کہیں نہیں ہوتا کہ مخلوق کسی بھی طرح کی فنی کتابیں پڑھے اور اسے سمجھنے کی کوشش نہ کرے مثال کے طور پر اطباء کی کتابیں یا حساب کی کتابیں۔ جب عام علوم کا فہم ضروری ہے تو اللہ کی کتاب کا فہم ہونا کتنا اہم ہے)۔

چناچہ تدبر کا نتیجہ تفسیر کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے جو قرآن کے احکام و آیات کو سمجھنے کے بعد کی جاتی ہے۔ احکامات قرآنی بلکل واضح اور روشن صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس کے بعض مشکل مکامات کی توضیح قران مجید ہی کے دیگر مقامات پر بیان کردی گئی ہے۔، لیکن ان میں کچھ چیزیں مشتبہات کے ذیل میں بھی آتی ہیں جن کا معنی و مفہوم واضح نہیں ہے۔ جو لوگ قرآن کے اولین مخاطب تھے ان کی زبان بھی عربی تھی، لہذا ان کے لیے اس کے منشاومراد کو سمجھ لینا زیادہ مشکل نہ تھا، پھر بھی صحابہ کرامؓ کو بعض قرآنی احکام کی تفسیر اور تشریح کے لیے نبی کریمؐ سے رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اگرچہ فہم قرآن کے معاملے تمام صحابہؓ مساوی نہیں تھے۔ لہذا وہ نبی کریمؐ سے اور آپس میں ایک دوسرے سے قرآن مجید کو سمجھنے اور الفاظ کے معانی و مفہوم جاننے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عدیؓ بن حاتم اس آیت:

("وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ")۔[20]

(ترجمہ: اس وقت تک کھاؤ پیو یہاں تک کہ رات کی سیاہ دھاری سے صبح کی سپید دھاری نمایاں دکھائی دینے لگے۔)

کا مطلب نہ جان پائے اور انھوں نے کالے اور سفید رنگ کے دو مختلف دھاگے اپنے تکئے کے نیچے رکھے اور رات بھر بار بار اٹھ کر اسکا معائنہ کرتے رہے کہ دونوں میں کوئی فرق ہوا ہے یا نہیں۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریمؐ شکایت کی کہ دھاگوں کے رنگوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تب آپؐ نے انھیں آیت کا مطلب سمجھایا اور فرمایا کہ تم کم عقل آدمی ہو۔[21]

اسی طرح حضرت عمرؓ ایک بار خطاب کے دوران منبر پر یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے

(وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۔)[22]

ترجمہ:(اور طرح طرح کے پھل، اور چارے)۔

(آپ نے تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ فاکہۃ سے تو ہم جانتے ہیں کہ پھل کو کہا جاتا ہے، لیکن یہ اَبًّا کیا چیز ہوتی ہے ؟ اور پھر آپ نے خود سے ہی فرمایا کہ اے عمرؓ! یہ تو تکلف ہی ہے کہ (ہر مفرد لفظ کا معنی معلوم کیا جائے)۔ اسی طرح ایک بار آپؓ نے یہ آیت تلاوت کیں):

(أَوۡ يَأۡخُذَهُمۡ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ)۔[23]

ترجمہ:(وہ جو کچھ بھی کرنا چاہیں یہ لوگ اس (اللہ) کو عاجز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے پس حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار بڑا ہی نرم خو اور رحیم ہے)۔

(اور پھر سوال کیا کہ تَخَوُّفٍ کے معنیٰ کیا ہیں۔ وہاں قبیلہ بنو ہذیل کا ایک شخص موجود تھا، اس نے کہا کہ اس کا مطلب ہمارے ہاں ہماری زبان میں کوئی نقص اور کسی کمی کے ہیں، اور ثبوت کے لیے یہ شعر پڑھا):

(تَخَوَّفَ الرَّحُلُ منها تامِكاً قَرِداً ... كما تَخَوَّفَ عُودَ النبعةِ السَّفِنُ)۔[24]

(قرآن کی تفسیر کا اہم اور بنیادی ماخذ خود قرآن اور پھر رسول پاکؐ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ، گویا سب سے پہلے مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ کا عمل و کردار اور سنن و عادات سبھی کچھ قرآن پاک کی تفسیر ہی ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کے ان تمام اشکالات کی جو اس زمانے کے لوگوں کو پیش آئے، اپنے قول و عمل سے وضاحت کر دی۔ قرآن مجید کی شرح و توضیح نبی کریم ﷺ کے فرائض نبوت کا حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس ذمہ داری کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا ہے)۔ ارشاد ہے:

(وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُونَ)۔[25]

ترجمہ:(اور یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کے لیے اتاری گئی ہے، اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں)۔

چنانچہ کتب حدیث میں رسول ﷺ سے تفسیری روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ منسوب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو عربی میں مہارت کے باوجود کئی مقامات پر الجھن پیش آتی تھی اور اس کے حل کے لئے وہ رسولؐ سے رجوع کیا کرتے تھے۔ پھر جب صحابہ قرآن فہمی میں رسولؐ کے محتاج ہوا کرتے تھے تو یقیناً ان کے بعد کے لوگ بھی سلف کی تفسیر کے زیادہ محتاج ہوں گے۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں ضرورت علم تفسیر کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

(وأمابيانالحاجةإليهفلأنفهمالقرآنالعظيم)-

(المشتملعلىالأحكامالشرعيةالتيهيمدارالسعادةالأبديةوهوالعروةالوثقىوالصراطالمستقيمأمرعسيرلايهتدىإليهإلابتوفيقمناللطيف الخبيرحتىأنالصحابةرضياللهتعالىعنهمعلىعلوكعبهمفيالفصاحةواستنارةبواطنهمبماأشرقعليهامنمشكاةالنبوةكانواكثيراماير جعونإلى هصلىاللهتعالىعليهوسلمبالسؤالعنأشياءلميعرجواعليهاولمتصلأفهامهمإليهابلربماالتبسعليهمالحالففهمواغيرماأرادهالملكالمتعال كماوقعلعديبنحاتمفيالخيطالأبيضوالأسود.ولاشكأنامحتاجونإلىماكانوامحتاجينإليهوزيادة)۔[26]

ترجمہ:(رہا علم تفسیر کی ضرورت کا بیان تو وہ اس لیے کہ قرآن پاک جو کہ شرعی احکامات پر مشتمل ایک کلام ہے جس پر ہمیشہ کی سعادت کا مدار ہے اور یہی مضبوط حلقہ اور سیدھا راستہ ہے، اس کا سمجھنا ایسی دشوار گھاٹی ہے کہ جس کی طرف رہنمائی صرف اور صرف اس لطیف و خبیر ذات ہی کی توفیق سے ممکن ہے یہاں تک کہ صحابہ کرام فصاحت میں مہارت رکھنے کے اور نور نبوت سے استفادہ کر کے اپنے سینوں کو روشن کرنے کے باوجود آپؐ سے انہی چیزوں کے بارے میں پوچھتے جس کو ان لوگوں نے نہیں سمجھا اور ان کی سمجھ اس تک نہ پہنچ سکی بلکہ بعض اوقات تو ان پر حالت ملتبس ہوگئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مراد کے برعکس مطلب کو اخذ کیا جیسا کہ عدی بن حاتم کے ساتھ خیط ابیض اور خیط اسود میں پیش آیا اور بیشک ہم بھی اس چیز کے محتاج ہیں جس کے وہ محتاج تھے بلکہ ہم تو ان سے زیادہ محتاج ہیں)۔

قرآن کس قسم کی کتاب ہے۔ اس کے نزول کی کیفیت اور اس کی ترتیب کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا موضوع گفتگو کیا ہے؟ اس کی ساری بحث کس مدعا کے لئے ہے؟ کس مرکزی مضمون کے ساتھ اس کے بے شمار مختلف النوع مضامین وابستہ ہیں؟ کیا طرز استدلال اور کیا طرز بیان اس نے اپنے مدعا کے لئے اختیار کیا ہے۔ یہ اور ایسے ہی چند ضروری سوالات جن کا جواب صاف اور سیدھے طریقے سے آدمی کو ابتدا ہی میں مل جائے تو وہ بہت سے خطرات سے بچ سکتا ہے اور اس کے لئے فہم و تدبر کی راہیں کشادہ ہو سکتی ہیں۔[27]

قرآن پاک نہ صرف امت مسلمہ کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے ایک نظام ہدایت ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں تمام اصولوں اور قوانین کا ماخذ و مصدر قرآن کریم ہے۔ یہ ایک ایسا پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر حق و باطل میں تمیز کی جاسکتی ہے اور کھرے اور کھوٹے کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ یہ نظام ہدایت ہر قسم کی صورتحال میں انسانوں کو پیش آنے والے ہر معاملے میں روحانی ہدایت اور اخلاقی اور تشریعی راہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔ یہ ایک برتر قانون اور دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔[28]

دنیا کی ہر ترقی یافتہ تہذیب میں قانون و دستور کی تعبیر و تشریح کے اصول و قوانین موجود ہیں بلکل اسی طرح کچھ اصول و قوانین قرآن کریم کی تفسیر و تعبیر کے بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی پیروی رسول ﷺ کے زمانے سے صحابہؓ نے کی پھر اس کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین نے کی پھر ان تمام اصولوں کو مختلف مفسرین اور اہل علم نے دوسری اور تیسری صدی میں اسطرح مرتب کر دیا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے اور بھی آسانی ہو گئی اور قرآن کی تفسیر و تشریح کے راستے کھلتے چلے گئے۔[29]

قرآن پاک کے معانی و مطالب کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی اس کے حقائق و معارف کی کوئی انتہا ہے اس کی حکمت تو ازل سے ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ اور ہر نئی پیش آنے والی صورتحال سے نمٹنے کے لئے قرآنی احکام کو اس پر منطبق کرنے کی اکثر و بیشتر ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ہر دور کے انسانوں کو اپنے سوالات کے جوابات حاصل کرنے اور اس کی تفسیر و تعبیر جاننے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔[30]

اس تمام تفصیلات کو جاننے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ قرآن پاک کی تفسیر کی ضرورت و اہمیت کتنی زیادہ ہے کہ اس کام کا حکم خود اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم میں مؤمنین کو دیا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ میں بہت سی آیات ایسی آتی ہیں جو مومنین کو اس میں تدبر کرنے کا حکم دے رہی ہوتی ہیں اور کتاب اللہ کے احکام کی تطبیق کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ اور پھر رسولؐ کو بھی اس کی وضاحت کرنے کا حکم دے کر اس کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام عربی زبان میں ماہر ہونے کے باوجود اکثر اوقات الجھن کا شکار ہو جاتے تھے حالانکہ زبان و مکاں ان کا تھا۔ تہذیب و ثقافت ان کی تھی لیکن پھر بھی وہ رسولؐ کی تفسیر کے محتاج تھے چونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور سامعین جو تھے وہ بھی عربی تھے اس لیے رسولؐ کو زیادہ تفسیر و تشریح کی ضرورت نہیں پڑتی تھی رسولؐ نے چند یا محدود آیات قرآنی کی تفسیر کی۔ حدیث کی کتابوں میں ہمیں کہیں بھی قرآن کی مکمل تفسیر نہیں ملتی۔ پھر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے اپنے اپنے دور میں قرآن کی تفسیر کی اور جو بھی مسائل درپیش ہوتے ان کے لئے وہ پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے پھر اس بارے میں اگر رسولؐ نے کچھ بھی فرمایا ہوتا تو اسے اختیار کرتے اور اگر سنت سے بھی نہ ملتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔ ہر دور میں ہر نئے سوال کا جواب دینے کے لئے تفسیر قرآن کی ضرورت محسوس ہوتی رہی اور مختلف علماء کرام قرآن کی مختلف آیات کی تعبیر و تفسیر کرتے رہے۔ یہ کتاب رہتی دنیا تک کے لئے کتاب ہدایت اور دستور العمل ہے اگرچہ اس میں ہر دور انسانوں کے لئے رہنمائی کا سامان موجود ہے تو ہر دور کے اہل علم کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دور کے انسانوں کے لئے اس کتاب کی تعبیر و تفسیر کا فرض سرانجام دیں۔

قرآن کا عہد نبوی سے تعلق:

یہ فطری سی بات ہے کہ رسول ﷺ قرآن پاک کو سمجھتے تھے اور اللہ نے ذمہ داری خود اٹھائی تھی کہ قرآن پاک آپ کے ذہن میں محفوظ رہے گا اور آپ کے ذریعے اس کے مطالب اور معانی بیان کروائے جائیں گے۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

إ(□نعلينا جمعهو قرآنهفإذا قرأناهفاتبعقرآنهثمإنعلينا بيانه)-[31]

ترجمہ: اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، جب ہم پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو) اور پھر اسی طرح پڑھا کرو، پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے:

(وأنزلناإليكالذكرلتبينللناسمانزلإليهم-)[32]

(ترجمہ: اور قرآن کو ہم نے آپ پر نازل کیا تاکہ لوگوں کے لئے آپ اس کو واضح کر دیں۔)

رسول ﷺ پہلے مفسر قرآن تھے۔ اللہ نے انھیں جو مناصب جلیلہ عطا کیے ان میں قرآن کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی منصب ان کے پاس موجود تھا۔ اگرچہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور سامعین جو تھے وہ عربی تھے چونکہ عربی ان لوگوں کی اپنی زبان تھی چنانچہ قرآن کریم کی بہت زیادہ تفسیر کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بعض اوقات ضرورت پڑتی تو صحابہ خود رسول ﷺ سے پوچھ لیتے۔[33]

1: رسول اللہ ﷺ کا فہم قرآن:

جبرائیلؑ جب پہلی وحی لائے تو رسولؐ سے فرمایا: پڑھو! آپؐ فرمانے لگے {ما انا بقاری} "میں نہیں پڑھا ہوا"۔[34] آپؐ کا یہ کہنا، قرآن حکیم کی ان آیات کے عین مطابق ہے جس میں اللہ رب العلمین نے فرمایا: [مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ][35] (تم نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے) اور فرمایا: [عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ][36] (تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا)۔ پھر اللہ نے رسولؐ کو کہا، یہ ہماری ذمہ داری ہے: [سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ][37] (البتہ ہم تجھ کو پڑھائیں گے، تو نہ بھولے گا پھر)۔ پھر پڑھایا اور آپؐ جلدی کرنے لگے تو فرمایا گیا: [لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ][38] (نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے، وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (کر دینا) تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے)۔

قرآن حکیم کی اس تعلیم کے ذریعے اللہ نے رسولؐ کا سینہ کھول دیا۔ جس کو قرآن حکیم میں بطور احسان بیان کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ][39] (ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی تعلیم و تعمیل کے لیے آپؐ کا سینہ کھول دیا اور اسے آپؐ کے لیے آسان کیا۔

2: آپ ﷺ کا تابع قرآن ہونا:

قرآن حکیم میں کتنے ہی مقامات ایسے ہیں جن میں اس بات کو مختلف الفاظ اور صیغوں کے ساتھ واضح کیا گیا، کہ رسولؐ ہر آن قرآن حکیم کی پابندی سے زندگی گزارتے تھے۔ کسی مقام پر آپؐ کو حکم دے رہا ہے اللہ کہ [اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ][40] (تو چل اس پر جو حکم تجھ کو آئے تیرے رب کا) اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: [وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا][41] (اور چل اسی پر جو حکم آئے تجھ کو تیرے رب کی طرف سے، بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے)۔[42] اور کبھی رسولؐ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا جا رہا ہے کہ [قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي][43] (کہہ دے میں تو چلتا ہوں اُس پر جو حکم آئے میری طرف میرے رب سے)۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر رسولؐ اپنے اصحاب کے ہجرت کر جانے کے بعد مکہ ہی میں اپنی ہجرت کی اجازت کا انتظار فرماتے رہے اور مہاجروں میں سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی مکہ میں آپ کے ساتھ نہ رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق بار بار رسولؐ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کیا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ {لا تعجل لعلّ اللہ یجعل لك صاحبا} " جلدی نہ کرو شاید اللہ تمہارے لیے کوئی ساتھی پیدا کر دے" تو ابو بکر کو امید ہوتی تھی کہ آپ ہی ہوں گے۔[44] جب تک قرآن حکیم کا نزول نہیں ہوا، آپؐ مصائب و آلام سہتے رہے لیکن مکہ کو نہیں چھوڑا تھا کیونکہ آپؐ حکم الٰہی کے پابند تھے: [إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ][45] (میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے مجھ کو اور میرا کام تو یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر)۔ آپؐ ہر لحاظ سے نزولِ قرآن کا انتظار کرتے تھے۔

قرآن کا عہد نبوی سے تعلق:

قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (١٦)[46]

ترجمہ: کہہ دو اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا اور نہ وہی تمہیں اس سے خبردار کرتا کیوں کہ اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں کیا پھر تم نہیں سمجھتے (١٦)

جب آنحضرتؐ نے اسلام کی دعوت دینے کا ارادہ کیا تو دشمنان اسلام (مخالفین) نے دعوت اسلام روکنے کے لئے مختلف تدبیروں کا آغاز کر دیا اور وہ کوششیں اتنی بڑی تھیں کہ اگر کسی اور شخص کے مقابلے میں کی جاتی تو وہ کب کا میدان چھوڑ چکا ہوتا، اسی لئے سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہے

وَقَدْ مَكَرُواْ مَكْرَهُمْ وَعِندَ ٱللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ ٱلْجِبَالُ (٤٦)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اپنی تدبیریں کی تھیں اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اگرچہ ان کی تدبیریں ایسی تھی کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔[47]

آپؐ کے دشمن سائے کی طرح آپ کا تعاقب کرتے۔ آپؐ جس شخص سے گفتگو کرتے تعاقب کرنے والا آپؐ سے گفتگو کے دوران مداخلت کرتا اور لوگوں سے کہتا کہ وہ آپؐ کی کوئی بھی بات نہ سنیں کیونکہ آپؐ کو (معاذاللہ) بے دین اور جادوگر قرار دیا جا رہا تھا۔ عام طور پر یہ کام ابولہب کرتا۔[48]

پھر ایسا بھی کبھی ہو جاتا کہ جب رسول اللہ انھیں قرآن سنانے کی کوشش کرتے تو وہ اتنا شور و غل کرتے کہ ان کے لئے قرآن حکیم کی تلاوت نہ ممکن ہو جاتی۔ اس کے علاوہ محمدؐ کے سامنے اور ان کے پیچھے انہیں برا بھلا کہتے اور استہزائیہ جملوں کا نشانہ بناتے[49]

اس حوالے سے قرآن میں سورۃ الانعام میں اللہ فرماتے ہیں کہ

وَلَقَدِ ٱسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُواْ مِنْهُم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ (١٠) قُلْ سِيرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ ٱنظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ (١١) [50]

ترجمہ: اور تمھارے آنے سے پہلے بھی بہت سارے رسولوں کا مذاق اڑایا جاچکا تھا پھر ان لوگوں نے جنھوں نے ان سے وہ مذاق کئے تھے انہیں اسی مصیبت نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (١٠) کہہ دو کہ ملک میں سیر کرو پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا (١١)

ان سب طریقوں کے باوجود بھی جب نبیؐ نے لوگوں تک حق پہنچانے کا کام جاری رکھا تو عتبہ بن ربیعہ نے آپ کو دعوت حق سے دستبرداری کی صورت میں مکہ مکرمہ کی ریاست، عرب کی بڑے بڑے گھرانے کی خوبصورت عورتوں سے شادی اور مال ودولت کے ذخیروں کی پیش کش کی لیکن آپؐ نے جواب میں ان کی تمام قسم کی پیش کش کو ٹھکرا دیا[51]

اور سورۃ سبا میں بھی اللہ فرماتے ہیں

۞ قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُواْ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُواْ ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (٤٦) قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ (٤٧) [52]

ترجمہ: کہہ دو میں تمھیں ایک بات نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو ایک ایک کھڑے ہو کر غور کرو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنون تو نہیں ہے وہ تمھیں ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے (۴٦) کہہ دو اس پر جو اجرت میں نے تم سے مانگی ہو وہ تمھارے ہی پاس رہے میری مزدوری تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے (۴۷)

سورۃ طور میں اللہ فرماتے ہیں کہ

ا فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ (٢٩) أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ ٱلْمَنُونِ (٣٠) قُلْ تَرَبَّصُواْ فَإِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُتَرَبِّصِينَ (٣١) أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَٰمُهُم بِهَٰذَآ ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ (٣٢) [53]

ترجمہ: پس نصیحت کرتے رہیئے آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں نہ دیوانہ ہیں (٢٩) کیا وہ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے ہم اس پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں (٣٠) کہہ دو تم انتظار کرتے رہو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (٣١) کیا ان کی عقلیں انہیں اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ خود ہی سرکش ہیں۔

جب بنیؐ نے اپنے خاندان (بنو ہاشم) کو کھانے پر مدعو کیا تو اس موقعے پر بھی وہ آپ کو جادوگر کہتے رہے اس کے علاوہ آپؐ کو مجنون دیوانہ، شاعر اور نجانے کیا کیا کہتے یہ تمام الفاظ آپ ﷺ کے خلاف مسلسل بولے جاتے اسطرح آپ کو اذیتیں دی جاتیں اور لوگوں کو آپؐ سے دور رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی۔ درج بالا آیت میں اسی بارے میں ذکر کیا گیا ہے اور اسی حوالے کی وجہ سے قرآن میں سورۃ فرقان میں اللہ نے انہی لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا ٱلَّذِى بَعَثَ ٱللَّهُ رَسُولًا (٤١) [54]

ترجمہ: اور جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو بس تم سے مذاق کرنے لگتے ہیں کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

طنزیہ فقرے بعض اوقات برا بھلا کہنے سے بھی زیادہ دل جلاتے ہیں اور نفسیاتی طور پر انسان تباہ و برباد ہو جاتا ہے یہ حربہ جس شدت کے ساتھ آپؐ کے خلاف آزمایا جاتا رہا اس کی مثال تاریخ عالم میں کم ہی ملتی ہے آپ ﷺ جس طرف بھی جاتے مشرکین طنزیہ فقروں سے آپ کا استقبال کرتے۔

کفار مکہ میں سے بعض (مثلاً "اسود بن عبد یغوث وغیرہ) نے آپؐ کا مذاق اڑانے میں بہت نام پیدا کیا تھا[55]

سورۃ آل عمران میں اللہ فرماتے ہیں کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ (١٥٩) [56]

ترجمہ: پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے پس انہیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے (١۵٩)

سورۃ مائدہ میں اللہ نے رسول ﷺ کی نبوت کی گواہی اور آپ ﷺ کے حوالے سے قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَعْفُواْ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ (١٥)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب ہمارا رسول جو بہت سی چیزیں تم پر ظاہر کرتا ہے وہ جو تم چھپا رہے تھے ہماری طرف سے تمھارے پاس آیا تم ہے تحقیق اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے بلاشبہ اللہ کی طرف سے تمھارے پاس واضح اور روشن کتاب آئی ہے۔ (١۵)[57]

سورۃ کہف میں اللہ نے فرمایا

فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا (٦)

ترجمہ: پھر شاید تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان ہلاک کر دے گا اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے (۶)

اس آیت میں اللہ نے آپؐ کی شدید خواہش کے حوالہ دے کر یہ بات کی ہے کہ اتنی صعوبتوں اور سخت جدوجہد کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ ﷺ کو سخت اذیت ہوتی تھی درج بالا آیت میں اسی بات کا تذکرہ ہے۔[58]

وقعات سیرت قرآن میں:

واقعہ معراج: آپؐ کی حیات مبارکہ کا منفرد اور انوکھا واقعہ جس کا قرآن مجید میں ذکر موجود ہے وہ آنحضرتؐ کا سفر معراج ہے یہ عجیب اور انسانی طاقت سے ماورا ایک ہی رات بلکہ چشم زدن میں مکمل ہوا۔ سفر معراج دو مرحلوں میں مکمل ہوا ان میں سے پہلے مرحلے کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے کہ

سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ٱلَّذِى بَٰرَكْنَا حَوْلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنْ ءَايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ (١)[59]

ترجمہ: (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم کچھ نشانیاں دکھائیں انہیں اپنی بے شک وہ سننے والا دیکھنے ولا ہے (۱)

دوسرے مرحلے کا ذکر قرآن مجید سورۃ نجم میں موجود ہے کہ

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ (٨) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (٩) فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ (١٠) مَا كَذَبَ ٱلْفُؤَادُ مَا رَأَىٰٓ (١١) أَفَتُمَٰرُونَهُۥ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ (١٢) وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ (١٣) عِندَ سِدْرَةِ ٱلْمُنتَهَىٰ (١٤) عِندَهَا جَنَّةُ ٱلْمَأْوَىٰٓ (١٥) إِذْ يَغْشَى ٱلسِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ (١٦)[60]

ترجمہ: قریب ہوا اور بھی نزدیک ہوا پھر (۸) ان میں فاصلہ دو کمان کے جتنا تھا یا اس سے بھی کم (۹) پھر اس نے اللہ کے بندے کے دل میں القا کیا جو کچھ القا کیا دل نے (۱۰) جھوٹ نہیں کہا تھا جو دیکھا تھا (۱۱) پھر جو کچھ اس نے دیکھا تم اس میں جھگڑتے ہو (۱۲) اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے (۱۳) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (۱۴) جس کے پاس جنت الماویٰ ہے (۱۵) جب کہ اس سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور) (۱۶)

چاہے حدیث کی کتاب ہو یا سیرت کی یا تاریخ سے تعلق رکھتی ہو تقریبا تمام کتب میں ہی یہ واقعہ معتبر اور ثقہ راویوں سے منقول و مشہور ہے اس کو روایت کرنے والوں میں حضرت ابوذر، مالک بن صعصعہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس، ابوہریرہ، جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ شامل ہیں۔[61]

سفر ہجرت:

سورۃ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ (٣٠)[62]

ترجمہ: اور (اے محمدؐ اس وقت جب کافر تمہارے خلاف چال چل رہے تھے کہ تمھیں قید کر دیں یا تمھاری جان ہی لے لیں یا ملک سے نکال دیں تو وہ ادھر اپنی چال چل رہے تھے اور ادھر خدا اپنی چال چل رہا تھا اور خدا کی چال ان سب سے بہتر ہوتی ہے۔

سفر میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب دشمن عین محمدؐ کے سر پر آ پہنچے تھے اور وہ ان کے اتنا قریب تھے کہ اگر وہ جھک کر دیکھتے تو ان کو ضرور دیکھ لیتے لیکن اس پاک پروردگار نے سر پر پہنچ جانے کے باوجود انھیں ناکام و نامراد لوٹا دیا۔ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ توبہ میں فرمایا

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٤٠)[63]

ترجمہ: اگر تم رسول کے مددگار نہ بنوگے تو اللہ ان کا مددگار ہے (یاد ہوگا تم کو وہ وقت) جب کافروں نے انہیں ان کے گھر سے نکال دیا تھا۔ (اس دوران) دو (ہی ایسے نبدے تھے موجود تھے جن) میں (ایک ابوبکرؓ) اور دوسرے آپ (خود رسول اللہ) جب پیغمبر غار میں اپنے ساتھی کے ساتھ تھے تو وہ انہیں تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو ہم نے ان پر تسلی نازل کی اور ان کو مدد عطا کی ایسے لشکروں سے جو تم کو دکھائی نہ دیتے تھے اور کافروں کے دعوے کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے۔ اور اللہ زبردست (اور) حکیم ہے (۴۰)

ان آیات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگرچہ دشمنوں کی تدبیریں بڑی سخت تھیں مگر آپ ﷺ کو اللہ کی تائید حاصل تھی اسی وجہ سے آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ کے اس نازک، مگر کٹھن مرحلے کی تمام مشکلات سے باآسانی گذر گئے۔

غزوہ بدر:

غزوہ بدر اسلام اور کفر کے درمیان حق اور باطل کا پہلا بہت بڑا معرکہ تھا۔ اس جنگ میں دشمنوں کی تعداد کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد ایک تہائی سے زیادہ نہ تھی اور پھر دشمن مسلمانوں سے ہر لحاظ سے طاقتور تھے اس موقعے پر اللہ نے آپ ؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرشتے اتارنے کی یقین دہانی کروائی سورۃ انفال میں اللہ فرماتے ہیں کہ

إِذۡ تَسۡتَغِيثُونَ رَبَّكُمۡ فَٱسۡتَجَابَ لَكُمۡ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلۡفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِينَ (٩) [64]

ترجمہ: (ہم نے تمھاری دعا قبول کر لی جب تم فریاد کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ تسلی رکھو ہم ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کریں گے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے (٩))

غزوہ بدر کے دوران آپؐ نے کنکریاں ہاتھ میں لیں اور انہیں دشمن کے اوپر پھینک دیا چونکہ دشمن کا رخ مسلمانوں کی طرف تھا اور ہوا ان کے سامنے سے پیچھے کی طرف چل رہی تھی۔ اس لئے یہ تدبیر کارگر ہوئی اور اس طرح دشمن کے سامنے میدان جنگ کا منظر اوجھل ہو گیا اور مسلمانوں کی تلواروں نے اپنا کام دکھا دیا۔ آپؐ کا اس طرح کنکریاں پھینکنا اور پھر دشمن پر ان کا خاطر خواہ اثر ہونا آپؐ کا عظیم معجزہ ہے چناچہ اس موقع پر اللہ نے سورۃ انفال میں فرماتے ہیں کہ

فَلَمۡ تَقۡتُلُوهُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ قَتَلَهُمۡۚ وَمَا رَمَيۡتَ إِذۡ رَمَيۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰۚ وَلِيُبۡلِيَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡهُ بَلَآءً حَسَنًاۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ (١٧) [65]

ترجمہ: تم نے انہیں نہیں مارا بلکہ اللہ نے انہیں مارا ہے۔ اور (اے محمدؐ) تمھارا کنکریاں پھینکنا دراصل اللہ کا ان کی طرف کنکریاں پھینکنا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مومنوں کو اچھی طرح آزمالے اپنے احسانوں سے۔ بلاشبہ خدا سب کچھ سنتا جانتا ہے (١٧)

غزوہ احد: غزوہ بدر میں ملائیکہ کا نزول تائید ایزدی کا ثبوت ہے جو جنگ کے نتیجے سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کو بظاہر خاصہ نقصان اٹھانا پڑا اور رہے سہے مسلمان بھی حواس باختہ ہو کر ہمت ہار بیٹھے تھے۔ چناچہ اللہ نے اپنے حکم سے ان میں غزوہ بدر والی ہمت اور چستی دوبارہ پیدا کرنے کے لئے ان پر نیند کا خمار طاری کر دیا۔ جس کے بعد وہ دوبارہ چاق و چوبند دستوں میں بدل گئے تھے اور ہر قسم کے نقصان کا غم ان کے دلوں سے دور ہو گیا تھا۔

اللہ قرآن میں سورۃ النساء میں آپؐ کے لئے میں ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا (١١٥) [66]

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالف کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے (۱۱۵)

غزوہ احزاب:

غزوہ احزاب میں عرب کے شمالی اور جنوبی علاقوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے قبیلوں نے مسلمانوں کے خلاف باہمی اتحاد کر لیا تھا۔ دشمنان اسلام کی مسلمانوں کے خلاف یہ سب سے بڑی جارحیت تھی اس طرح کی جارحانہ کاروائی کی عرب کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال موجود نہیں۔ نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو اس متحدہ عرب قوت کے حملے اور اس میں فتح کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ اس لئے جب مسلمانوں نے عربوں کے لشکر کو دیکھا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ان کا یقین مستحکم ہو گیا۔ سورۃ احزاب میں اللہ فرماتے ہیں کہ وَلَمَّا رَءَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلۡأَحۡزَابَ قَالُواْ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥۚ وَمَا زَادَهُمۡ إِلَّآ إِيمَٰنٗا وَتَسۡلِيمٗا (٢٢) [67]

ترجمہ: اور جب مسلمانوں نے اس لشکر کو دیکھا جو کافروں کا تھا کو دیکھا تو کہہ اٹھے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور پیغمبرؐ نے بلکل درست کہا تھا۔ اور اس طرح ان کا ایمان اور بندگی اور زیادہ بڑھ گئی (۲۲)

غزوہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی موسم کی شدت اور تند و تیز آندھی سے مدد فرمائی، جس نے تمام دشمنوں کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ موسم کی خرابی اور آندھی کا واقعہ اتفاقیہ نہ تھا۔ بلکہ آپؐ کی تائید غیبی کا مظہر تھا۔ اسی بناء پر قرآن پاک میں سورۃ احزاب میں ہی پروردگار عالم نے فرمایا کہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُودٞ فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا وَجُنُودٗا لَّمۡ تَرَوۡهَاۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرًا (٩) [68]

ترجمہ: مومنو یاد کرو اپنے رب کی اس مہربانی کو جس وقت فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں تھیں۔ تو ہم نے تمھارے لئے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور جو کچھ بھی کرتے ہو تم خدا اُسکو دیکھ رہا ہے (۹)

لہذا اسی لئے آپؐ اکثر فرماتے تھے کہ

صدق اللہ وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ ما یقول اذا قفل من سفر الحج[69]

یعنی: اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا، دشمن کو تنہا حزیمت دی اور اپنے بندے کو کامیاب کیا۔

صلح حدیبیہ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپؐ کو دشمنوں نے مقام حدیبیہ پر روک لیا اور واپس لوٹ جانے پر اصرار کیا اور قاصد نبوی حضرت عثمان کی شہادت کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو نبی اکرمؐ نے ایک مقام پر درخت کے نیچے تشریف فرما ہو کر اپنے صحابہ سے فتح یا شہادت پر بیعت لی، جسے قرآن نے بیعت رضوان کہا گیا ہے ارشاد باری ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَـٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (١٠) 70

ترجمہ: وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں جو تم سے بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے پھر جو وعدے کو توڑتا ہے تو وعدے کو توڑنے کا نقصان بھی اسی کو ہے۔ اور جو اس عہد کو جس کا اس نے اللہ سے وعدہ کیا ہے پورا کرتا ہے تو وہ اسے بہت جلد اجر عظیم عطا کرے گا۔ (١٠)

آپؐ کے دست مبارک پر ہونے والی بیعت کو اللہ تعالیٰ کا اپنی خوشنودی والی بیعت قرار دینا اور اس بیعت میں شامل مٹھی بھر افراد کے ذریعے دو عظیم الشان شہروں کا لشکر اسلام کے سامنے مفتوح ہونا آپؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

اگر ہم قرآنی آیات، واقعات اور معجزات جن کے بارے میں قرآن حکیم میں ذکر ملتا ہے اور رسولؐ کی حیات پر غور کریں تو ہمارے سامنے یہ بات انتہائی وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتی ہے کہ اگر قرآن مجید اور سیرت رسولؐ کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر قرآن کو ایک انسان کی شکل دیں، تو وہ رسولؐ کی ذات بن جاتی ہے اور اگر ذات نبوی کو الفاظ میں ڈھال دیں، تو وہ اللہ کی کتاب قرآن حکیم ہے۔ رسولؐ کی زندگی قرآن حکیم کا مکمل نمونہ ہے اور اس بات کی تائید قرآن حکیم کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے: [وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ][71] (اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا)۔

رسولؐ کی گفتار و کردار کی قرآن سے مناسبت کے حوالے سے کئی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ سورۃ المجادلہ کے ابتداء میں ارشاد ہے: [قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّتِى تُجَـٰدِلُكَ فِى زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىٓ إِلَى ٱللَّهِ][72] (اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور شکایت کرتی تھی اللہ کے آگے)۔[73] عورت اپنے اور خاوند کے درمیان پیدا ہونے والے مسئلہ پر بحث و تکرار اور شکایت کر رہی ہے۔ اور قرآن حکیم اس کا نقشہ کھینچ رہا ہے کہ آپؐ نے اس عورت کی باتیں سن لیں اور اس کے باوجود خاموش رہے۔ آپؐ اپنی طرف سے کوئی بات کہنے پر تیار نہیں تھے یہاں تک کہ آپؐ پر وحی الٰہی نازل ہوئی۔ یہ رسولؐ کی قرآنی تصویر کے حوالے سے ایک عمدہ مثال ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں اور بھی موجود ہیں جن کے ذریعے سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قرآن حکیم کے ساتھ ہمہ پہلو گہرا تعلق ہے۔ حضرت عائشہ سے جب پوچھا گیا کہ آپؐ کے اخلاق کے حوالے سے کچھ بات کریں تو انہوں نے فرمایا کہ {فَإِنَّ خُلُقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ} "رسولؐ اللہ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا"۔[74]

رسول اللہ ﷺ اور فریضہ رسالت میں ان کا کلام پاک کا اتباع

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کو فریضہ رسالت کا حق ادا کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ][75] (اے رسول! پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے، اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام)۔ اس کے لیے آپؐ نے کبھی کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایک ایک فرد سے لے کر گروہوں اور حکمرانوں تک کو آپ نے دعوت دی۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے دن رسولؐ نے سب سے پوچھا کہ {أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ

بَعۡضٍ} "کیا میں نے تمھیں احکام شریعت پہنچا دیے ہیں؟ سب نے کہا: ہاں، آپؐ نے اس بارے میں فرمایا: "اے پروردگار! گواہ رہنا" یہ تین مرتبہ فرمایا۔ افسوس! دیکھنا میرے بعد پھر کافروں جیسے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو"۔[76]

1: قرآن میں رسولؐ کی چار حیثیتوں کا بیان:

قرآن حکیم میں آپؐ کے بارے میں چار حیثیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے الفاظ یہ ہیں: **[رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَابَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡ إِنَّكَ أَنتَ ٱلعَزِيزُ ٱلحَكِيمُ]**[77] (اے ہمارے پروردگار! اور بھیج ایک رسول انہی میں سے کہ پڑھے اُن پر تیری آیتیں، اور سکھلا دے اُن کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو، بلاشبہ صرف تو ہی ہے بڑا زبردست اور حکیم)۔ ایک اور جگہ قرآن میں فرمایا گیا ہے: **[هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُو عَلَيۡهِمۡ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَابَ وَٱلۡحِكۡمَةَ]**[78] (خدا نے ایک رسول بھیجا ان پڑھوں میں، جو ان کو خدا کی بھیجی ہوئی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور پھر ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی)۔

قرآن حکیم نے ان چار صفات والے رسول کو مومنین پر اپنا انعام قرار دیا: **[لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولاً مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَابَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ]**[79] (اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں سے پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے اُن کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور تہ کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے)۔

رسول اللہ ﷺ قرآنی آیات کے مطابق مؤمنین کو تعلیم دے کر اُن کا تزکیہ کیا۔ صحابہ کرام گناہ سرزد ہو جانے پر اتنے پریشان اور بے چین ہو جاتے تھے کہ خود کو سزا کے لیے پیش کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ اس دنیا میں ہی اپنے آپ کو پاک کروالیں۔ آپؐ نے ایسے لوگوں کا تزکیہ حدود اللہ کے نفاذ کے ذریعے فرمایا تھا۔

آپؐ کی چوتھی صفت معلّم وحکمت ہے جس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے: **[ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ]**[80] (بُلا اپنے پروردگار کی راہ کے لئے مضبوط بات کر کے اور اچھی طرح نصیحت سنا کر کے اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو)۔[81] آپؐ ہمیشہ قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق نصیحت فرماتے۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ **{قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظۡنِي وَأَوۡجِزۡ فَقَالَ إِذَا قُمۡتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمۡ بِكَلَامٍ تَعۡتَذِرُ مِنۡهُ غَدًا وَاجۡمَعۡ الۡإِيَاسَ مِمَّا فِي يَدَيِ النَّاسِ}** "۔[82]

2: قرآن حکیم نے رسول کو بشیراً ونذیراً کا ذمہ دار ٹھہرایا:

قرآن حکیم میں رسولؐ کے لئے "**بشيراً ونذيراً**" درج ذیل حیثیتیں بیان کیں گئیں ہیں:

ا: **[إِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً]**[83] (ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا)۔

ب: **[وَمَآ أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً]**[84] (اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو)۔

ت: **[إِنۡ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ]**[85] (تو تو صرف ڈرانے والا ہے)۔

ج: **[إِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيراً وَنَذِيراً وَإِن مِّنۡ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ]**[86] (ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا)۔

د: **[إِنۡ أَنَاْ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوۡمٍ يُؤۡمِنُونَ]**[87] (میں تو صرف ڈر اور خوشخبری ایمان دار لوگوں کو سنانے والا ہوں)۔

مندرجہ بالا آیات میں قرآن حکیم نے رسولؐ کو خوشخبری دینے، ڈرانے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ آپؐ زندگی بھر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ ایک صحابی کا قول ہے: **[وَأَنذِرۡ عَشِيرَتَكَ ٱلۡأَقۡرَبِينَ]**[88] (اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے قرابت داروں کو) تو آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر فرمایا: **{یا صباحاہ،فقالوا من هذا؟ فاجتمعوا الیه فقال:ارئیتم ان اخبرتكم ان خيلاً تخرج من صفح هذا الجبل وفی روایة ان خیلاً تخرج بالوادی ترید ان تغیر علیكم ا كنتم مصدّقیّ؟قالوا:نعم ما جرّبنا علیك الاصدقا،قال:فانّی نذیر لكم بین یدی عذاب شدید،قال ابو لهب:تبالك الهذا جمعتنا؟فنزلت:تبت یدا ابی لهب وتب}**[89] "اے بنی فہر! اے بنی عدی! اے قریش کے قبیلے کے لوگو! یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ اگر ان میں کوئی خود نہ آسکا تو اپنا قاصد بھیجا تا کہ معلوم کرے کہ کیا ہوا ہے؟ ابو لہب اور قریش کے لوگ آئے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: میں تمھیں بتاؤں اگر کہ اس پہاڑ کی ایک جانب سے لشکر نکلنے والا ہے؟ اسی طرح ایک روایت بھی یہ ہے کہ ایک

لشکر اس وادی کی طرف سے نکلنے والا ہے جو تمھیں غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے ؟ تو ان سب نے کہا: بلکل، ہم نے ہمیشہ آپ سے سچ سنا ہے تو آپؐ نے فرمایا: میں تم کو ڈرانے والا ہوں، میرے آگے سخت عذاب ہے۔ ابو لہب نے کہا آپ کے لیے ہلاکت ہو۔ اس لیے آپ نے ہمیں جمع کیا (جس پر اسے جواب دینے کے لئے) یہ آیت نازل ہوئی: [**تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٖ وَتَبَّ**]"۔[90]

اسی طرح آپؐ نے بنی کعب، بنی مرۃ، بنی عبد شمس، بنی ھاشم اور بنی عبد المطلب کو جمع کر کے ان الفاظ کے ساتھ ڈرایا کہ {**انقذوا انفسکم من النار**} "تم اپنی جانوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ"۔[91] اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کے خبر دار کیا کہ {**انقذی نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیئا یا فاطمۃ بنت محمد سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا**} "تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اس لیے کہ میں تیرے لیے اللہ تعالی کی طرف سے کچھ اختیار نہیں پاتا)۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ مجھ سے (دنیا میں) جو مال چاہے مانگ لے، یقیناً میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے (قیامت) کو کچھ نہ کر سکوں گا"۔[92]

قرآن حکیم نے حضرت محمدؐ کی دوسری حیثیت بشیر کی بیان فرمائی اور آپؐ اس کے عملی نمونہ تھے۔ کتنے ہی لوگوں کو آپؐ نے حکم الٰہی سے دنیا میں جنت کی خوشخبری دی۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ {**من شھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ وابن امتہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ والجنۃ حق والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل**} "۔[93]

خلاصہ و نتائج بحث:

1: قرآن حکیم کے صحیح اور مکمل فہم کے لئے سیرت طیبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تفسیر قرآن میں اس کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس کے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا ممکن نہیں ہے۔

2: اللہ نے حضرت محمدؐ کو اسی کام کے لئے متعین فرمایا کہ آپؐ لوگوں کے لئے قرآن کے مضامین کو وضاحت کے ساتھ بیان کریں اور لوگوں کا کام ہے کہ وہ قرآن میں غور و فکر کریں۔

3: قرآن حکیم نازل کرنے کا مقصود ہی درحقیقت اسے سمجھ کر پڑھنا ہے اور اس کی آیات میں غور و فکر کر کے عملی جامہ پہنانا ہے۔

4: قرآن حکیم کی تفسیر کی دو اقسام ہیں تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے دونوں قسم کی تفاسیر اگر سیرت طیبہ کی روشنی میں کی جائیں گی تو ہی انہیں درست قرار دیا جائے گا۔

5: قرآن حکیم کے اولین مخاطبین صحابہ کرام کی زبان اگرچہ عربی زبان تھی اور قرآن حکیم بھی عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔ تاہم بعض دفعہ انھیں آیت کا درست مفہوم جاننے میں دشواری پیش آجاتی تھی اور فوراً رسولؐ کے پاس آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ اس سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام بھی فہم قرآن میں سیرتِ رسول ﷺ کی طرف ہی رجوع فرماتے تھے اور صحابہ کرام کے نزدیک فہم قرآن میں سیرتِ رسولؐ کو ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ اس سے یہ بات بھی تسلیم کرنا ضروری ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ قرآن کے پہلے مفسر تھے۔

6: قرآن حکیم کی آیات کی تفاسیر سے واضح ہوتا ہے کہ آیات کا صحیح اور مکمل مفہوم سمجھنے کے لیے سیرتِ رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر سیرتِ رسول ﷺ کو آیات کی تفاسیر میں نہ لیا جائے تو آیات کا صحیح اور مکمل مفہوم حاصل ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس سے بھی قرآن کی تفسیر میں سیرت طیبہ کی اہمیت اور ضرورت صاف واضح ہوتی ہے۔

حوالہ جات:

1 : الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت–لبنان، الطبعۃ: الثامنۃ، 1426ھ - 2005 [1]

2: الذھبی، التفسیر المفسرون، معنی التفسیر والتاویل ج: 1، ص: 12 الناشر مکتبہ وھبتہ القاھرہ۔[2]

3 : سورۃ الفرقان 25 / 33۔[3]

4: طبری (19: 267) ضحاک اور ابن عباس سے تفسیر کا مفہوم بیان و تفصیل بتایا ہے۔ طبري، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان فی تأویل القرآن، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، 1420 ھ - 2000ء۔

5: التھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، 1 / 491، بیروت: مکتبۃ لبنان ناشرون، 1996ء۔[5]

7: ایضاً، ص 491۔[6]

7: أبو حيان، البحر المحيط في التفسير، خطبة الكتاب، ج:1، ص:26، الناشر: دار الفكر– بيروت، الطبعة:1420ھ۔

8: السُّيوطي، الإتقان في علوم القرآن، النَّوْعُ السَّابِعُ وَالسَّبْعُونَ: فِي مَعْرِفَةِ تَفْسِيرِهِ وَتَأْوِيلِهِ وَبَيَانِ شَرَفِهِ وَالْحَاجَةِ إِلَيْهِ، ج:4، ص:194، 195، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة:1394ھ/ 1974م۔

9: السُّيوطي، الإتقان في علوم القرآن، النَّوْعُ السَّابِعُ وَالسَّبْعُونَ: فِي مَعْرِفَةِ تَفْسِيرِهِ وَتَأْوِيلِهِ وَبَيَانِ شَرَفِهِ وَالْحَاجَةِ إِلَيْهِ، ج:4، ص:192، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة: 1394ھ/ 1974م۔

10: الجرجاني، كتاب التعريفات، باب: التاء، ج:1، ص:63، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت –لبنان، الطبعة: الأولى 1403ھ - 1983م۔

11 : الزرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن، 1/ 13، تحقیق ابوالفضل ابراہیم، قاہرہ: مکتبہ دارلتراث، 1957۔

12: الألوسي، محمود بن عبد الله، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، خطبة المفسر، ج:1، ص:5، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415ھ۔

14: سورۂ نساء، 4 / 82۔[13]

15: سورۃ محمد، 24/ 47۔[14]

16: سورۃ ص، 29 / 38۔[15]

17: سورۃ انعام، 6 / 82۔[16]

18: سورۃ لقمان، 31 / 13۔[17]

19: اعلم أن من المعلوم أن الله إنما خاطب خلقه بما يفهمونه، ولذلک أرسل کل رسول بلسان قومه، أنزل کتابه علی لغتهم، وإنما احتیج إلی التفسیر۔(سیوطی، جلال الدین، الإتقان في علوم القرآن، 4 / 195، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة:1394ھ/ 1974م۔)

20: ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، المقدمہ فی اصول التفسیر، 32، قطر: وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، 2009ء۔[19]

21: سورۃ البقرۃ، 2 / 187۔[20]

22: الذہبی، التفسیر والمفسرون، 1 / 30۔[21]

23: سورۃ عبس، 80 / 31۔[22]

24: سورۃ النحل، 16 / 47۔[23]

25: الذہبی، التفسیر والمفسرون، 1 / 29۔[24]

26: سورۃ النحل، 16 / 44۔[25]

[26]آلوسی، روح المعانی، 1 / 6۔

[27]مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن۔ ج:1 ص 15 /16، المتوفی 1399ھ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

[28]ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، ص:155 اشاعت چہارم مئی 2008 الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔

[29]ایضا" ص 34

[30]ایضا" ص:160

[31]سورۃ القیامۃ، 75 / 17 – 18 – 19۔

[32]سورۃ النمل، 16 / 44۔

[33]البخاري، محمد بن اسماعیل، کتاب التاریخ الکبیر ج:2، ص:352، الطبعۃ: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد - الدکن۔

[34]: بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، طبع 02، 01:02، حدیث نمبر:03۔

[35]: سورۃ الشوریٰ، 42:52۔

[36]:سورۃ النساء،04:113۔

[37]:سورۃ الاعلیٰ،87:06۔

[38]:سورۃ القیامۃ،18-16: 75۔

[39]:سورۃ الانشراح،94:01۔

[40]:سورۃ الانعام،06:106۔

[41]:سورۃ الاحزاب،33:02۔

[42]:تفسیر عثمانی،03:110۔

[43]:سورۃ الاعراف،07:203۔

[44]:ابن ہشام، محمد عبد الملک، سیرت النبی ابن ہشام، مترجم مولوی قطب الدین، اسلامی کتب خانہ، لاہور، 02:92۔

[45]:سورۃ الاحقاف،46:09۔

[46]سورۃ یونس،16/10

[47]،14/46 سورۃ ابراھیم

[48]ابن الجوزی: الوفا،215 تا216: الحاکم۔15:1، مطبوعہ حیدر آباد دکن،

[49]ابن کثیر،1:456

[50]سورۃ انعام،10،11/6

[51]ابن ہشام: 1، السیرۃ النبویہ،613

[52]46،47 سورۃ سبا،34/

[53]سورۃ طور،29،30،31/52

[54]سورۃ فرقان41/25

[55]،ص255 لسان العرب

[56]سورۃ آل عمران،159/3

[57]سورۃ مائدہ،15/5

[58]،18/6 سورۃ کہف

[59]سورۃ بنی اسرائیل1/17

[60]سورۃ النجم،8،9،10،11،12،13،14،15،16/35

[61]الزرقانی: شرح المواہب، جلد اول/صفحہ نمبر355 تا358

[62]سورۃ انفال،30/8

[63]سورۃ توبہ،40/9

[64]سورۃ انفال،9/8

[65]سورۃ انفال،17/8

[66]سورۃ النساء،115/4

[67]سورۃ احزاب،22/33

[68]سورۃ احزاب،9/33

[69] صحیح مسلم، جلد2، صفحہ نمبر980

[70]سورۃ فتح،10/48

[71]:سورۃ النجم،3،4: 53۔

[72]:سورۃ المجادلۃ،58:01۔

[73]: تفسیر عثمانی،03:642۔

[74] :احمد بن حنبل، المسند، مترجم مولانا محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، لاہور،11:72، حدیث نمبر:24269۔

[75]:سورۃ المائدۃ،05:67۔

[76]:بخاری، الجامع الصحیح،04:417، حدیث نمبر4403۔

[77]:سورۃ البقرۃ،02:129۔

[78]:سورۃ الجمعۃ،62:02۔

[79]:سورۃ الآل عمران،03:164۔

[80]:سورۃ النحل،16:125۔

[81]: تفسیر عثمانی،02:370۔

[82]:احمد بن حنبل، المسند، مترجم مولانا محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، لاہور،10:843، حدیث نمبر23894۔

[83]:سورۃ الاحزاب،33:45۔

[84]:سورۃ سبا،34:28۔

[85]:سورۃ الفاطر،35:23۔

[86]:ایضاً،35:24۔

[87]:سورۃ الاعراف،07:188۔

[88]:سورۃ الشعراء،26:214۔

[89]:بخاری، الجامع الصحیح، مکتبہ دارالسلام، ریاض، ص891، حدیث نمبر4972،4971۔

[90]:سورۃ الھب،111:01۔

[91]:خطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح، مکتبہ دارالفکر، بیروت،01:460۔

[92]:مصدر سابقہ،01:460۔

[93]:ایضاً،01:50، حدیث نمبر27۔